اصحابِ اہلبیتؑ

سالِ تصنیف ۱۹۸۷ء

مقامِ تصنیف ابوظبی

(۱)

معیارِ قوم عظمتِ کردارِ قوم ہے
کردارِ قوم سیرتِ سالارِ قوم ہے
سالارِ قوم وہ ہے جو سردارِ قوم ہے
سردارِ قوم اصل میں معمارِ قوم ہے
جو خود غرض ہے قوم کے سر پر سوار ہے
معمارِ قوم قوم کا خدمت گذار ہے

(۲)

اجماعِ خاک و آب سے بنتی نہیں ہے قوم
غوغائے انقلاب سے بنتی نہیں ہے قوم
نعروں کے پیچ و تاب سے بنتی نہیں ہے قوم
رہبر کے رعب و تاب سے بنتی نہیں ہے قوم
کردار رہبروں کا بناتا ہے قوم کو
دے کر لہو کی چھینٹ جگاتا ہے قوم کو

(۳)

سردار وہ ہے سر دنہ ہوں جس کے حوصلے
حق اپنا دے کے دوسروں کا حق نہ لے سکے
اپنے لہو میں قوم کی کشتی کو کھے سکے
غربت میں بھی رکیں نہ سخاوت کے سلسلے

ہاتھ اس کا دستِ جنّ و بشر پر بلند ہو
چھن جائے باغ بابِ سخاوت نہ بند ہو

(۴)

ذرّوں کو روکشِ مہ و اختر بنا سکے
جو بوریئے کو تختِ سکندر بنا سکے
اربابِ ظلم و جور کو ششدر بنا سکے
دنیا کے بے ذروں کو ابوذر بنا سکے

فاقوں میں بھی سوال کسی کا نہ رَد کرے
دشمن بھی دے صدائیں تو جا کر مدد کرے

(۵)

ہو دوسروں کے واسطے مغموم و نوحہ گر
لیکن خود اپنے درد کا لیتا نہیں اثر
نکلے بدن سے تیر نہ ہو اُس کو کچھ خبر
خالق پہ ہو نگاہ تو مخلوق پر نظر
قبضے میں دو جہاں ہے مگر خاکسار ہو
حق ہے اسے کہ دوشِ نبیؐ پر سوار ہو

(۶)

بزمِ نبیؐ کی جلوہ گہِ ناز دیکھئے
مٹی کو کر دیا ہے سرافراز دیکھئے
پتھر بھی بولنے لگے اعجاز دیکھئے
تربیتِ رسولؐ کا انداز دیکھئے
جس کو گلے لگایا وہ سلمان بن گیا
جس کو نکالا گھر سے وہ شیطان بن گیا

(۷)

وہ بن گیا نبیؐ سے ملی جس کو تربیت
قربت نبیؐ سے ہے بلحاظِ صلاحیت
امّت کا دیکھئے تو یہ اندازِ معرفت
اک کھیل بن گیا ہے مقامِ صحابیت
باغی تھا جو نظام فروع و اصول کا
کہنے لگے اُسے بھی صحابی رسولؐ کا

(۸)

کیوں اس عظیم لفظ کی عظمت مٹائیے
بونوں کو اس قدر تو نہ اونچا اُٹھائیے
میخانے پر غلافِ حرم کیوں چڑھائیے
لِلّٰہ یوں نہ سب کو صحابی بنائیے
بہتر ہے ترکِ جادۂ اسلام کیجئے
لیکن صحابیت کو نہ بدنام کیجئے

(۹)

واجب ہے احترامِ صحابہ ہر ایک پر
اصحاب سے جو بغض رکھے ہے وہ بدسیر
اصحابِ مصطفٰے ہیں تمنائے بحر و بر
وا اُن کے واسطے ہوئے خلدِ بریں کے در
زندہ رہے جو عترت و قرآں کے واسطے
ہیں جان سے عزیز مسلماں کے واسطے

(۱۰)

عظمت کا آسمان تھے سلمان فارسی
انسانیت کی جان تھے سلمان فارسی
ایماں کی آن بان تھے سلمان فارسی
عترت کے ترجمان تھے سلمان فارسی
کرتے تھے کسبِ نور رسالت مآبؐ سے
ذرّہ چمک گیا جو ملا آفتاب سے

(۱۱)

مشہور ہر طرف یہ روایت ہے آج بھی
مولا کے ساتھ بیٹھے تھے سلمان فارسی
بولے مزاح مجھ سے نہ فرماؤ یا علیؑ
دیکھی ہے میں نے عمر میں اپنی کئی صدی
سب سے بڑا ہوں عمر میں پہچان لیجئے
میں آپ کا بزرگ ہوں بہ جان لیجئے

(۱۲)

یہ سُن کے مسکرائے شہنشاہِ اولیاء
بولے کہ اچھا یہ تو بتاؤ مجھے ذرا
ہے یاد ابتدائے جوانی کا واقعہ
جس وقت ایک شیر نے روکا تھا راستہ
سلمان بولے یہ تو میرے دل کا راز ہے
واقف ہے بس وہی جو میرا کارساز ہے

(۱۳)

اک روز کر رہا تھا میں اک دشت میں سفر
پُرحول راستے میں تھا ہر ہر قدم پہ ڈر
انساں سے آشنا نہ ہوئی تھی وہ رہگذر
اتنے میں سامنے سے بڑھا ایک شیر نر
دیکھا اُسے تو خوف سے دل تھرتھرا گیا
کانپے قدم نظر میں اندھیرا سا چھا گیا

(۱۴)

اس کی نظر میں جسم میرا محترم نہ تھا
لگتا تھا جیسے فرشِ زمیں پر قدم نہ تھا
جنبش نہ تھی نگاہ میں سینے میں دم نہ تھا
وہ لمحۂ عظیم قیامت سے کم نہ تھا
حملہ پہ مستعد تھا نگاہوں کو گاڑ کے
لگتا تھا ڈال دے گا ابھی چیر پھاڑ کے

(۱۵)

مونس تھا کوئی اور نہ یاور تھا سامنے
چھپنے کی تھی جگہ نہ کوئی گھر تھا سامنے
دشتِ بلا میں موت کا منظر تھا سامنے
منھ اپنا کھولے شیرِ غضنفر تھا سامنے
تاریکیوں میں غم کی اُجالے کو دی صدا
گھبرا کے میں نے پالنے والے کو دی صدا

(۱۶)

مالک ہے تو ہر ایک کی موت و حیات کا
ہر حال میں سہارا ہے بس تیری ذات کا
خالق ہے صبح و شام کا دن اور رات کا
پروردگار ہے تو ہی کل کائنات کا
ظلمت میں روشنی کے منارے کو بھیج دے
معبود بیکسوں کے سہارے کو بھیج دے

(۱۷)

اتنے میں اُٹھا دشتِ لق و دق میں اک غبار
جب ہٹ گیا غبار تو دیکھا ایکبار
اک نوجواں ہے اسپ خوش اندام پر سوار
ہاتھوں میں تازیانہ لئے ہے بصد وقار
دیکھا جو خشمگین نگاہوں سے شیر نے
لہرایا تازیانے کو اپنے دلیر نے

(۱۸)

حملہ کیا جو شیرِ بیاباں نے ناگہاں
نصرت کو آگیا میرے آگے وہ نوجواں
آواز وہ اسد کی بھیانک کہ الاماں
کوڑا جری کا بن گیا اک برق بے اماں
دشتِ بلا میں ایک تماشا نظر پڑا
کھولی جو آنکھ شیر کا لاشہ نظر پڑا

(۱۹)

قدموں پہ گر کے میں نے صدا دی یہ ناگہاں
اللہ کا ولی ہے تو بے وہم و بے گماں
آکر بچائی تو نے درندے سے مری جاں
اب ہے ادائے شکر سے قاصر مری زباں
چہرہ سے تیرے جلوۂ حق آشکار ہے
ہاتھوں میں تیرے قوّتِ پروردگار ہے

(۲۰)

سوچا ادا ہو کیسے اس احسان کا صلہ
اس نوجواں کو دوں تو کوئی تحفۂ وفا
گلدستہ چند پھولوں کا تیار کرلیا
خدمت میں نوجوان کی لے جا کے رکھ دیا
کی عرض یہ خراجِ عقیدت قبول ہو
نذرانۂ خلوص و محبّت قبول ہو

(۲۱)

یہ سُن کے مسکرانے لگے شیرِ کردگار
اور ہاتھ ڈالا جیبِ قبا میں پھر ایکبار
گلدستہ اک قبا سے نکالا بصد وقار
سلمان سے یہ کہنے لگے شاہِ نامدار
جنگل میں کون آیا تھا یہ جان لیجئے
گلدستہ اپنے ہاتھ کا پہچان لیجئے

(۲۲)

دستِ خدائے پاک کا شہکار آپ ہیں
مسند نشین عالمِ انوار آپ ہیں
سب سے بزرگ خلق کے سردار آپ ہیں
فضل و شرف کے آخری معیار آپ ہیں
آگے تمام جن و بشر سے کھڑے ہیں آپ
سچ ہے کہ کائنات میں سب سے بڑے ہیں آپ

(۲۳)

جو آسمانِ خلد کا ماہِ تمام ہے
اصحابِ مصطفٰےؐ میں ابوذر کا نام ہے
جو واقفِ مزاج رسولِؐ انام ہے
بتلایا ظالموں کی حمایت حرام ہے
لرزاں تھے اہلِ دولت و جاگیر دیکھئے
تربیتِ رسولؐ کی تاثیر دیکھئے

(۲۴)

اہلِ ستم کی راہ میں دیوار بن گیا
اربابِ ظلم کے لئے تلوار بن گیا
آزادیٔ ضمیر کا معیار بن گیا
یعنی نقیبِ عترتِ اطہار بن گیا
کانپ اُٹھا جس کو دیکھ کے دل تخت تاج کا
دنیا کو دے گیا ہے سبق احتجاج کا

(۲۵)

اہلِ ہوس کو جس نے پریشان کر دیا
اک تازہ انقلاب کا سامان کر دیا
دشمن ہے کون حق کا یہ اعلان کر دیا
پیدا دلِ حیات میں طوفان کر دیا
قرآں سُنا کے تیغ کی جھنکار کی طرح
کام آیتوں سے لے لیا تلوار کی طرح

(۲۶)

ضو بار مثلِ شمع تھا ظلمت کے سامنے
ثابت قدم رہا جو سیاست کے سامنے
سینہ سپر تھا بغض و عداوت کے سامنے
سر جھک سکا نہ اہلِ حکومت کے سامنے
باطل کی انجمن کو تہہ بالا کر دیا
چنگاریوں کو شعلہ جوّالا کر دیا

(۲۷)

بھیجا ستم گروں نے انھیں جب وطن سے دُور
خوشبو ہو جیسے بزمِ گل و یاسمن سے دُور
یا شمع جل رہی تھی کوئی انجمن سے دُور
صحرا میں جان دی شہ خیبر شکن سے دُور
لیکن ستم کا رشتہ جاں سوز کٹ گیا
انجام کار تختِ حکومت الٹ گیا

(۲۸)

دستِ رسولِ پاکؐ کی تعمیر تھے بلال
جاگی ہوئی غلاموں کی تقدیر تھے بلال
آلِ نبیؐ کے عشق کی تنویر تھے بلال
انسانیت کی عظمت و توقیر تھے بلال
دے کر اذان دین کا ارمان بن گیا
حیَّ عَلَی الفلاح کا اعلان بن گیا

(۲۹)

تھے ان کے شین قاف پہ اہلِ عرب خفا
کہتے تھے کیوں اذان کا حق ان کو مل گیا
ان کو نہیں ہے حرف و مخارج کا کچھ پتہ
بولے جواب میں یہ شہنشاہِ انبیاءؐ
عظمت کے آسماں کو نہ سمجھو زمین ہے
سین ان کی بارگاہِ الٰہی میں شین ہے

(۳۰)

روشن نہ کیوں ہو سنگِ درِ بوتراب تھا
چہرہ سیاہ ابر تھا دل آفتاب تھا
جاری رگوں میں عشق رسالت مآبؐ تھا
یثرب کے سر پھروں میں یہ اسکا جواب تھا
منزل پہ ہو نظر غمِ راہی نہ دیکھئے
دل دیکھئے بدن کی سیاہی نہ دیکھئے

(۳۱)

تربیتِ نبیؐ کا یہ شہکار دیکھئے
شانِ مزاج حضرت عمار دیکھئے
یاسر کے لختِ دل کا یہ کردار دیکھئے
تھرّا رہا تھا شام کا دربار دیکھئے
روئے نفاق و کفر سے پردہ ہٹا دیا
باغی ہے کون موت نے جس کی بتا دیا

(۳۲)

اصحابِ مصطفٰےؐ میں سرافراز تھے اُویسؓ
تھے دور پھر بھی حق کے ہم آواز تھے اُویسؓ
ایمان غیب پر تھا تو ممتاز تھے اُویسؓ
بزمِ حیات میں سببِ ناز تھے اُویسؓ
پروانہ یوں تو شمعِ رسالت سے دُور تھا
لیکن دل و دماغ میں ایمان کا نور تھا

(۳۳)

وہ قوم جو بنی تھی رسالت کی چھاؤں میں
کھولی تھی آنکھ جس نے عبادت کی چھاؤں میں
پیدا ہوئی تھی زہد و قناعت کی چھاؤں میں
آگے بڑھی تھی خلق و محبت کی چھاؤں میں
گرد و غبار بن کے ہوا میں بکھر گئی
دب کر ملوکیت کے شکنجے میں مر گئی

(۳۴)

لیکن غلام عترتِ اطہار تھے الگ
تاجِ صحابیت کے سزاوار تھے الگ
مقداد اور حضرتِ عمار تھے الگ
اہلِ ستم سے صاحبِ کردار تھے الگ
قوم ایک ہی تھی کم نظروں کی زبان میں
صدیوں کا فاصلہ ہے مگر درمیان میں

(۳۵)

صبر و سکونِ احمدِ مختار چاہیئے
عزم و ثباتِ حیدرِ کرارؓ چاہیئے
خنجر کا ہے یہ کام نہ تلوار چاہیئے
تعمیرِ قوم کے لئے کردار چاہیئے

کردار سے ملا جنہیں ایماں وہ اور ہیں
تلوار سے ہوئے جو مسلماں وہ اور ہیں

(۳۶)

سلماں کے حق میں خلقِ پیمبرؐ بھی چاہیئے
مرحب ہو گر تو ضربتِ حیدرؓ بھی چاہیئے
مرہم بھی ساتھ ساتھ ہو نشتر بھی چاہیئے
قرآں کے ساتھ تیغِ دو پیکر بھی چاہیئے

ظالم کا ہے لہو لبِ شمشیر کے لئے
تخریب بھی ضروری ہے تعمیر کے لئے

(۳۷)

اخلاق پر ہے یوں تو شریعت کا انحصار
اسلام بزدلی کا نہیں ہے امیدوار
اس واسطے تھے سینہ سپر شیرِ کردگار
کمزور مصطفیٰؐ کو نہ سمجھیں ستم شعار
شیرِ خدا تھے فخرِ رسولاں کے ساتھ ساتھ
اتری ہے ذوالفقار بھی قرآں کے ساتھ ساتھ

(۳۸)

دستِ علیؑ میں جا کے سنبھلتی تھی ذوالفقار
شعلے ستم گروں پہ اُگلتی تھی ذوالفقار
دشتِ وغا میں رنگ بدلتی تھی ذوالفقار
نسلوں کو دیکھ دیکھ کے چلتی تھی ذوالفقار
عنوان تھی جو اہلِ وفا کے سکون کا
دھبّہ نہیں تھا اس پہ غریبوں کے خون کا

(۳۹)

بزمِ نبیؐ میں آئی تھی ایمان کی طرح
دشمن پہ تھی نگاہ نگہبان کی طرح
شامل تھی اہلِ بیت میں سلمان کی طرح
اتری تھی آسمان سے قرآن کی طرح
عصمت کی بارگاہ میں لب کھولنے لگی
فولاد کی زباں تھی مگر بولنے لگی

(۴۰)

دن کو علیؑ کے ہاتھوں میں رہتی تھی شعلہ رو
بنتِ نبیؐ سے کرتی تھی راتوں کو گفتگو
دامن سے اسکے دھوتی تھیں جب فاطمہ لہو
کرتی واقعات بیاں ہو کے باوضو
تھی رازدارِ جنگ اکیلی بتولؑ کی
تلوار تھی علیؑ کی سہیلی بتولؑ کی

(۴۱)

سرمایۂ نجات تھی حیدرؑ کی ذوالفقار
صورت گرِ حیات تھی حیدرؑ کی ذوالفقار
وجہ سکونِ ذات تھی حیدرؑ کی ذوالفقار
قرآں کے ساتھ ساتھ تھی حیدرؑ کی ذوالفقار
ارباب مکر و فن کے جگر کاٹتی تھی یہ
قرآن دل جھکاتا تھا سر کاٹتی تھی یہ

(۴۲)

مظلوم کے لئے جو نویدِ بہار تھی
ظالم کے واسطے غضب کردگار تھی
میداں میں مثلِ برق تپاں شعلہ بار تھی
اور گھر میں اہلبیتؑ کے خدمت گذار تھی
حربہ تھی دستِ فاتحِ بدر و حنین کا
تفریح تھی حسنؑ کی کھلونا حسینؑ کا

(۴۳)

قرآں بھی ہے فاتحِ خیبر کا اسلحہ
کاٹا ہے اس نے ظلم و تشدّد کا سلسلہ
بزمِ نبیؐ میں دیکھا ہے قرآں کا معجزہ
آیا جو قتل کرنے وہ قدموں میں گر پڑا
فکرِ غلط نے گرمیٔ رفتار پھینک دی
دشمن نے اس کو دیکھ کے تلوار پھینک دی

(۴۴)

مجموعۂ حدیثِ پیمبرؐ بھی دیکھئے
نہج بلاغتِ شہ خیبرؑ بھی دیکھئے
اور خطبۂ بتولؑ کا جوہر بھی دیکھئے
سجادؑ کی دعاؤں کا تیور بھی دیکھئے
ان کی مثال اور نہ انکا جواب ہے
وہ ہیں کتابیں اور یہ اُمّ الکتاب ہے

(۴۵)

قرآں نے زندگی کا مقدر بنا دیا
دستِ تہی کو صاحبِ جوہر بنا دیا
دنیا کے بے دَروں کو تونگر بنا دیا
میثم بنایا مالکِ اشتر بنا دیا
رُخ موڑتے تھے گردشِ لیل و نہار کے
اصحاب تھے جو ضیغمِ پروردگار کے

(۴۶)

کہتی ہے اب بھی میثم تمار کی زباں
کٹتی نہیں ہے عظمتِ کردار کی زباں
رکتی نہیں ہے جذبۂ خوددار کی زباں
بولے گی حشر تک رسن و دار کی زباں
تیغِ ستم سے رشتۂ الفت نہ کٹ سکا
کاٹی زبان حرفِ صداقت نہ کٹ سکا

(۴۷)

اے مدح خوانِ حیدر کرار زندہ باد
راہِ ثنا کے قافلہ سالار زندہ باد
یہ حوصلہ یہ جرأتِ اظہار زندہ باد
خود کہہ رہی تھی ظلم کی تلوار زندہ باد
زخموں کو جزو مدحتِ حیدرؑ بنا دیا
تو نے فرازِ دار کو منبر بنا دیا

(۴۸)

میدان میں جو مالکِ اشتر نکل پڑا
اک شور تھا کہ شیرِ غضنفر نکل پڑا
صفین میں وہ عزم کا پیکر نکل پڑا
شاگردِ فاتحِ درِ خیبر نکل پڑا
تھا بند اہلِ شام پہ رستہ فرار کا
مالک کی تیغ میں تھا اثر ذوالفقار کا

(۴۹)

اصحابِ مصطفٰےؐ ہوں کہ اصحابِ بوترابؑ
تھے آسمانِ حق و صداقت کے آفتاب
لیکن نہیں حسینؑ کے انصار کا جواب
خود کہہ رہے تھے دشت میں شاہ فلک جناب
اصحاب مصطفٰےؐ و علیؑ کو ملے نہیں
جیسے مجھے ملے ہیں کسی کو ملے نہیں

(۵۰)

وہ حُر جو اپنے خوں میں نہا کر چمک گیا
ذرّہ تھا مثلِ مہر منوّر چمک گیا
آئینہ صاف ہو گیا جوہر چمک گیا
صرف ایک شب میں جس کا مقدّر چمک گیا
تقدیر جس کی جاگ اٹھی دنیائے زشت میں
پہونچا ہے جو حسینؑ سے پہلے بہشت میں

(۵۱)

اللہ رے وہ ابنِ مظاہر کا حوصلہ
پیری میں بھی شباب کا منظر نظر پڑا
حق دوستی کا اپنے لہو سے ادا کیا
ظلمِ یزیدیت کا جنازہ اُٹھا دیا
بیعت کا شوق شومئ تقدیر بن گیا
پھولوں کا ہار پاؤں کی زنجیر بن گیا

(۵۲)

وہ فاتحِ فرات علمدارِ کربلا
جس نے بلند کر دیا معیارِ کربلا
ہے جس کی ذات قافلہ سالارِ کربلا
کٹوا کے ہاتھ جیت لی پیکارِ کربلا
اک معجزہ تھا عشق شہ مشرقین کا
بے تیغ لڑ رہا تھا سپاہی حسینؑ کا

(۵۳)

چلّائی سر کو پیٹ کے فضّہ غضب ہوا
لوگو! شکستہ ہوگیا بازو حسینؑ کا
اتنے میں آئی گریۂ شبّیرؑ کی صدا
زینبؑ میں کیا کروں مرا عبّاس مرگیا
قسمت نے جب امیدوں کے دامن جھٹک دیئے
بچوں نے اپنے ہاتھوں سے ساغر پٹک دیئے

(۵۴)

کرتا رہا نگاہوں سے اہلِ جفا پہ وار
اک تیر مشک پہ جو لگا آکے ایک بار
پانی کے ساتھ گر گیا گھوڑے سے دل فگار
بولا سکینہ اب نہ کرو میرا انتظار
جلتی ہوئی زمیں پہ دلِ زار رکھ دیا
گھبرا کے خالی مشک پہ تلوار رکھ دیا

(۵۵)

عبّاسؑ مر گئے تو وغا ہو گئی تمام
بڑھنے لگا لعینوں کا لشکر سوئے خیام
اصغرؑ بھی نکلے دن میں پئے نصرتِ امام
لوٹا لہو میں ڈوب کے ننّھا سا لالہ فام
رکتی نہ تھی نظر پسر بوتراب پر
اس وقت روحِ صبر و رضا تھی شباب پر

(۵۶)

پہونچی جو رن میں خواہرِ سلطانِ کربلا
خنجر گلے پہ رکھ کے یہ دی شمر نے صدا
بھائی کا حال دیکھ لو اے بنتِ فاطمہؑ
گھبرا کے بند آنکھوں کو زینبؑ نے کر لیا
کھولی جو آنکھ درد کا نقشہ نظر پڑا
نیزے پہ سر زمین پہ لاشہ نظر پڑا